

مسلمانانِ پاکستان و ہند

رواداری



مسلمان بادشاہوں نے جس شان و شوکت کے ساتھ برصغیر پاکستان و ہند پر حکومت کی اسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ ان کی حکومت کی نمایاں خصوصیت رعایا کی فلاح و بہبود خوش حالی و فارغ البالی اور مذہبی رواداری تھی۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلم شاہانِ برصغیر کے دورِ حکومت میں اس کی سر زمین خیر و برکت سے معمور تھی اور میجر کے الفاظ میں رعایا کی خوشحالی اور دولت مندی کے اعتبار سے بھی مسلمانوں کا دورِ حکومت سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

یونیر، کیپٹن ہارن، سر ٹامس رو، سر جان لنگاشر مسلم فرمانروایانِ ہندو پاکستان کے زمانے میں آئے تو یہاں کی رعایا کی خوشحالی، دولت اور فروغ کو دیکھ کر حیرت میں آ گئے۔ یہاں کے بے شمار خزانے، سونا، چاندی، زیورات اور موتیوں کو دیکھ کر مشہور سیاح کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ہندو پاکستان کے عظیم الشان شہروں کو دیکھ کر انگلستان کے لوگ مرعوب ہوتے تھے۔ اوون سڈنی کا بیان ہے کہ جہانگیر کے عہد میں برصغیرِ ہندوستان کے باہر کی دنیا جس میں یورپ بھی داخل ہے، سلطنتِ مغلیہ کے شاندار نظامِ حکومت کو دیکھ کر منہ پر عجب ہوجاتی تھی۔ جنوبی ہند کا ایک نامور اہل قلم و فکرا بھگوان کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں جو یورپین سیاح ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ان سب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس وقت ہندوستان ہر لحاظ سے ترقی یافتہ تھا اور ملک کا نظم و نسق عمدہ اور مستحکم تھا۔ مختلف حرفتیں ترقی کر رہی تھیں اور غیر ملکوں کے ساتھ تجارت نے اس ملک کے باشندوں کی خوشحالی کو قابلِ رشک بنا دیا تھا۔

ان تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کو انگریزوں کے دورِ حکومت

کے درجہ میں رکھنا اور اس مفروضہ کی بنیاد پر ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیاں پھیلانا تاریخ کو بھٹلانا ہی نہیں بلکہ ملک کو نقصان پہنچانا بھی ہے۔

اگر تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھا جائے تو ہندوستان کا مسلم دور حکومت اس ملک میں ایک قومی حکومت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور مسلم حکمرانوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ سچے محبان وطن کی حیثیت سے اس ملک کو ترقی دی تھی اور اس طرح مسلم دور حکومت کی تکذیب کرنا خود اپنی خویوں پر پانی پھیرنے کے ہم معنی ہے۔

بقول پروفیسر دی۔ اے۔ اسمتھ دوسری قومیں ہندوستان میں اگر تھوڑے دنوں تک حکمرانی کے بعد ہندو قوم میں جذب ہو گئیں اور ان کی کوئی اپنی قومیت نہ رہی، لیکن برخلاف اس کے پروفیسر الی کمرجی کے بیان کے مطابق مسلمان جب ہندوستان میں آئے تو اپنا ایک تمدن لائے جس نے ملک کو بے حد متاثر کیا۔

مسلم شاہان ہندو پاکستان کی غیر مسلم رعایا کا مذہب، ان کی جانیں، ان کی دولت و جائداد اور ان کی عزت و آبرو، غرض ہر چیز محفوظ تھی۔ نیز وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ مذہبی تفریق نام کے لئے بھی نہ تھی۔

مشہور ہندو مورخ پروفیسر ایشوری پرشاد کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان پر مسلمان بڑی رواداری کے ساتھ حکومت کر رہے تھے، اسی زمانہ میں رومن کیتھولک، غیر مذاہب کے لوگوں پر بڑے بڑے مظالم اور سفاکیاں کر رہے تھے۔ خیالات، آزادی اور مذہبی حریت کا تو گلا ہی گھونٹ دیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کا سلوک مغربی اقوام کے مقابلہ میں، کہیں بہتر تھا۔ مسلمانوں نے مذہبی معاملات میں کبھی جبر سے کام نہیں لیا۔

یہ انتہائی نا انصافی کی بات ہے کہ مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنے کے لئے کسی واقعہ کو غلط صورت پیش کر کے عام انداز میں یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے عہد میں غیر مسلموں کو نہ مذہبی آزادی حاصل تھی نہ مساوی حقوق حاصل تھے، اور نہ ان کی عزت و آبرو محفوظ تھی۔ نیز ان کے ساتھ نسختی کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ وہ زبردستی مسلمان بنائے جاتے تھے، اور ان کے عبادت خانے مسمار کر دیے جاتے تھے۔ حیرت ہے کہ یہ لغو اور بے سرو پا الزامات ان مسلمان بادشاہوں پر لگائے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن سمجھا اور یہاں کی مذہبی زندگی اور خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا، جنہوں نے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے، جنہوں نے ہندوؤں کے عبادت خانوں

کے لئے بڑے بڑے وقف جاری کئے، جنہوں نے ہندوؤں کو نہتا نہیں کیا، بلکہ اسلمہ رکھنے کی عام اجازت دی جنہوں نے ہندوؤں کی مذہبی کتابیں پڑھیں اور ان کی فراہمی اور حفاظت میں کوشش بلیغ کی، جنہوں نے ہندوؤں کے علوم و ادب کو فروغ دے کر ان کو دنیا سے روشناس کرایا جنہوں نے صدیوں تک ہندوستان میں حکومت کی اور جو اپنے عدل و انصاف، پاکیزہ نظم و نسق اور مذہبی رواداریوں کے غیر فانی نقوش اپنے بعد چھوڑ گئے۔

مسلم دور حکومت میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم اقوام کو بھی اپنے فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں پوری آزادی حاصل تھی۔ مذہبی تیوہار، قدیم دستور کے مطابق دھوم دھام اور شان و شوکت سے منائے جاتے تھے اور مسلمانوں کی جانب سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ الہ آباد کے پندرہ سندر لال صاحب بھارت میں انگریزی راج میں لکھتے ہیں:

"وہی کے مغل دربار کے اندر ہندو اور مسلمانوں کے خاص خاص تیوہار برابر جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے تھے۔"

مخالفین اور منافقین مورخین کی مستند تاریخوں کی ورق گردانی کر جائے۔ ایک واقعہ بھی ایسا نظر سے نہ گزرے گا۔ جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہندوؤں نے سرزمین ہند میں اپنی غالب اکثریت کے باوجود من حیث القوم مسلمان حکمرانوں کے خلاف کوئی مذہبی بغاوت کی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانہ کے ہندو مسلم دور حکومت سے پوری طرح مطمئن تھے۔ ان کو مسلم دور حکومت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کی زندگی کے آخری ۲۵ سال دکن میں گزرے، اور وہاں وہ مصروف جنگ رہا، لیکن اس کے دارالسلطنت میں نہ ہندوؤں نے بغاوت کی اور نہ کوئی شورش پیدا ہوئی۔

بعض متعصب اور تنگ دل اہل قلم خود ساختہ کہانیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جن میں واقعات اور تاریخ کی طرف سے انکھیں بند کر کے گزشتہ دور کے عدل و انصاف اور رواداری کے خلاف خوب زہر اگلا جاتا ہے، اور تاریخ کی صورت کو زیادہ سے زیادہ مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ پیناچہ غیر مسلم رعایا کو جو مسلمانوں کی سلطنت میں آسودہ اور خوشحال تھے، مظالم اور جبر و استبداد کی شکایت کا شکار بنا کر دکھایا جاتا ہے تاکہ اس طرح سناٹا ہندوستان کو بدنام اور رسوا کیا جائے۔ یہ طریق کار مذموم ہی نہیں، بلکہ کھلی بوٹی بددیانتی ہے۔

مسلم دور حکومت کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد کوئی بھی منصف مزاج شخص یہ نہیں کہہ سکتا

کہ کسی زمانہ میں بھی اپنے دور حکومت میں فرقہ پرستی یا مذہبی تنگ نظری سے کام لیا، بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو ان کا دور حکومت زمانہ حاضریہ کی اکثر و بیشتر جمہوری اور لادینی حکومتوں سے بھی بہتر تھا۔ مگر مسلمان اس طرح رواداری سے کام نہ لیتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ پورے ایک ہزار برس تک بر عظیم پاک و ہند کی اکثریت پر اس امن و امان کے ساتھ حکومت کر سکتے۔ ہندوستان کے مورخ لالہ ایشوری پرشاد کا کہنا ہے کہ :

”اگر مسلمان تنگ نظری اور فرقہ پرستی سے کام لیتے تو وہ اتنی طویل مدت تک ہندوستان پر حکومت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ مسلم اقلیت ہندو اکثریت پر ظلم اور زیادتی کرے اور اکثریت اُسے صدیوں تک برداشت کرتی رہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی پالیسی اول سے لیکر آخر تک رواداری پر مبنی رہی ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ کسی ایک ہندو کو بھی محض ہندو ہونے کے جرم میں نہیں ستایا، بلکہ مسلمان بادشاہوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ وہ اس ملک کے غیر مسلموں کی ہمدردیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کریں۔“

بنگال کے مشہور اہل قلم اچاریہ پرنفلا چند رائے اپنے ایک محققانہ مضمون میں لکھتے ہیں

کہ : —

”بیسویں صدی سے پہلے کا ہندوستان ایک ایسا ہندوستان تھا جس میں فرقہ پرستی

اور مذہبی تعصب کا نام و نشان تک نہ تھا۔“

چنانچہ الفنسٹن لکھتا ہے : ”علاء الدین خلجی کہا کرتا تھا کہ مذہب کا ملک کی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ مذہب صرف انسان کی نجی زندگی سے تعلق رکھنے والی چیز ہے، بلکہ سچ پوچھنے تو یہ تلبی سکون کا ایک ذریعہ ہے۔“

اُسکے چل کر پرنفلا صاحب لکھتے ہیں کہ : ”چودہویں صدی عیسوی تک مسلمانوں کی حکومت نہ صرف شمالی ہند میں بلکہ دکن میں بھی اچھی طرح جم گئی تھی۔ اس زمانہ سے لے کر بیسویں صدی کے شروع تک (یعنی انگریزوں کی آمد تک) چھ سو برس کی ہندوستان کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس طویل زمانہ میں اس ملک کے اندر تعصب یا فرقہ پرستی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ بات بظاہر بڑی عجیب معلوم ہوگی، لیکن بات یہی ہے کہ تعصب اور تنگ نظری ابھی حال ہی کی پیداوار ہے جس

کا سیاسی اغراض کے لئے سہارا لیا گیا۔

مسلمانوں کے دور حکومت کا عمومی جائزہ لیتے ہوئے مشہور انگریز مورخ الفنسٹن اپنی کتاب ”میسٹری آف انڈیا“ میں لکھتا ہے کہ :

”بعض مسلم حکمرانوں کے زمانہ میں ہندوؤں کو جزیہ تو دینا پڑتا تھا۔ لیکن مسلمان ان کے مذہب اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے۔ انہیں مذہبی اختلاف کی بناء پر کوئی تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ ہندو فریبوں کے بڑے بڑے انسر اور دیوانی نیز مالی محکموں کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر کئے جاتے تھے۔“

مسلمانوں کی حکومت غیر ملکی نہیں تھی | مسلمانوں نے برصغیر ہندوستان میں زبردست حکومتیں قائم کیں۔ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے خود مسلمانوں سے بھی لڑائیاں لڑیں اور اپنے رشتہ داروں کا خون بھی بہایا، لیکن مسلم حکمرانوں نے تاج و تخت کے لئے کبھی مسلم اور غیر مسلم کی تفریق پیدا نہیں کی۔ سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر مسلمان بن کر حکومت نہیں کی بلکہ بادشاہ بن کر وہ حکمران رہے۔ انہیں برصغیر کی سرزمین سے محبت تھی اور اس ملک کو چھوڑنے یا نقصان پہنچانے کا خیال ان کے دل میں کبھی نہیں پیدا ہوا۔ بقول سرولیم ہنگ سابت والٹر اے منڈوہر ممالک مسلمانوں نے فتح کئے ان میں وہ رہ پڑے۔ انہوں نے وہاں کے باشندگان کے ساتھ کی اور انہیں جملہ حقوق دئے فاتح اور مفتوح کے منافع اور اور ہمدردیاں ایک ہو گئیں۔“

لالہ راجپت رائے کے بیان کے مطابق : ”یہ کہنا صحیح نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک غیر ملکی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان حملہ آور نسلاً غیر تھے، لیکن ہندوستان میں آباد ہوتے ہی انہوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنالیا۔“ پانچویں مسلمان یہاں آکر آباد ہوئے اور اسی سرزمین میں انہوں نے مرنا پسند کیا۔

شاہان ہندوپاک نے مسلمانوں سے بھی جنگ کی | تاریخ کے پڑھنے والوں سے یہ امر پر تشویش نہیں کہ مسلم شاہان ہندوپاکستان کے ہندو راجاؤں اور مسلمان حکمرانوں دونوں ہی سے جنگ کی۔ اور جنگوں میں بدعتیانیاں بھی ہوئیں۔ لیکن جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ دہلی کی مرکزی سلطنت کو تسلیم کر لیں۔ اس نقطہ نظر کے ماتحت انہوں نے جہاں ہندو ریاستوں کو شامل کرنے کی کوشش کی، وہاں نہ صرف پورے دکن کی مسلم ریاستوں کو پامال کر دیا۔ بلکہ افغانستان تک کو چھوڑا۔

لیکن جب ہندو مسلم حکمرانوں نے سلطنت دہلی کی مرکزیت تسلیم کر کے شاہان ہند کی اطاعت قبول کرنی تو پھر وہ ان کے دوست بن گئے، اور ان کو ان ہی کے علاقہ کی حکمرانی عطا کر دی گئی۔ اور باج گزار ریاستوں میں نہ اسلحہ کی منجلی کا حکم صادر کیا گیا اور نہ مذہبی امور میں مداخلت کی گئی۔

جنگ میں کشت و خون اور اہدمات | اس سے انکار نہیں کہ کہیں کہیں مندر بھی ڈٹے اور ہندوؤں کی جانیں بھی گئیں، مگر کن مرتعوں پر۔۔۔؟ جنگ کے زمانے میں امن کے زمانے میں ہرگز کوئی مندر نہیں توڑا گیا، اور نہ ہندو قتل کیا گیا۔ جنگ میں کشت و خون اور اہدمات ہوا ہی کرتے ہیں۔ کیا اس سے کوئی انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ گجرات میں جین اور برہمن ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے، اور دونوں فرتے آپس میں کشت و خون اور ایک دوسرے کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کرتے تھے۔؟ کیا اس سے انکار ممکن ہے کہ بودھ مذہب کے پیروؤں نے ہندوؤں کے عبادت خانوں کو مسمار نہیں کیا۔؟

شکر اماراج نے ہزاروں بودھ مت والوں کو تہ تیغ اور اس کے معابد کو ملیامیٹ نہیں کر ڈالا۔؟ کیا راجہ رام چندر نے لنکا کو جلا کر سیاہ نہیں کر دیا۔؟
ایں گناہیست کہ در شہر شما کشند
جناب تلسی رام صاحب کہتے ہیں :

”جب لنکا فتح ہوا تو اس کی تاخت و تاراج سے بے انتہا سونا، چاندی، جواہرات حاصل ہوئے۔ قیدیوں میں سے ہر ایک نبرد آزما کے حصہ میں کئی کئی مرد و عورت آئے پھر اس شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا گیا۔ بہت سے شہور خاندان ان مغتوح عورتوں کی اولاد میں، جو فاتحوں سے پیدا ہوئے۔ (واقعات ہند ذکر بہاراجہ رام چندری) لالہ بالورام کہتے ہیں :

”سنہ ۱۱۵۵ء میں بیشتر بہاراجہ بکرم نے جس کو بیرکبادت کہتے ہیں، غنہور پایا اور بڑا مالی شہ ان راجہ بہاراجہ ہوا کشمیر وغیرہ تک اپنی غلامی کرنی اور بدھ مت والوں کو قتل کر ڈالا، اور بالکل نیست و نابود کر دیا۔ (غفریہ جلد ۱۱ بندہ ۱۱) بابوشیر پرشاد کہتے ہیں :

”بہرہوں نے بودھ راجاؤں کو دیرنات اور لاکھوں ٹھہرا کر بودھوں کا نام تک لکھنا بھی پرمیشیوں میں لازم نہیں سمجھا، اور ایسی طرح بودھ کے مذہب واسے مرتدوں نے

برہمنوں کے راجاؤں کا تذکرہ اپنی کتابوں میں قلم بند کرنا فضول اور بے معرفت جانا۔
 بودھ مذہب والوں نے برہمنوں کی کتابیں خاک میں ملائیں اور برہمنوں نے بودھ والوں
 کی پوتھیاں غارت کر ڈالیں۔ (جام جہاں نما، جلد ۲ مطبوعہ ۱۸۶۰ء)

شیخ پرست اصحاب کہتے ہیں :

بودھ پرست جو رہ گئے تھے، سب ہندوستان سے نکلے گئے یا دیک کے
 پیرو بنائے گئے۔ بودھ کے متر اور متر اور مندر سب توڑے گئے
 اور متر کئے گئے۔ ان کی جگہ پریشیہ کی صورت قائم ہوئی۔ ان کلیوں نے بودھوں
 کو مار مار کر نکانا شروع کیا۔ (آئینہ تاریخ ما)

لادہ راجپت رائے تحریر فرماتے ہیں :

”بشپ متر کے وقت میں بودھ مذہب کے ساتھ بہت سختی ہوئی۔“
 تاریخ ہند میں لکھا ہے :

”کہا جاتا ہے کہ بشپ متر نے بہت سے بدھ متر و مندر جلائے۔“
 ”نویں صدی عیسوی میں بودھوں کے مقلد ہند سے جبراً نکال دئے گئے۔“
 ”ناڈراجستان میں لکھا ہے ،

”ہندوستان میں جب جین مذہب کی حکومت تھی تو ہندوؤں پر جزیہ لگایا گیا۔“
 ”ناڈراجستان کے حاکم شیخ پرستج ہے :

”۸۸۱ء میں پریشیہ کی مرہٹھی سے ہندوؤں کی حکومت ترشک لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔
 ہندوؤں کو جزیہ سے پالا پڑا۔ ہندوؤں پر قوم جین اور دوسروں نے بڑے بڑے تشدد کئے۔ اہل
 جین کے جو مظالم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ مہادیو جی کو شنگر اچارج کے قالب میں اتار لینا پڑا۔ جینی
 مغلوب اور برباد ہوئے۔ شہر بنارس کو جین مذہب سے نجات ملی۔ اندر نے ویرا کو قتل کیا، شہر پر
 قبضے کئے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دئے۔ (رگوبندہ ص ۳۷)

متعصب غیر مسلم اہل قلم کا غلط پراپیگنڈہ | یورپ کے بعض متعصب مرہٹھین اور اہل قلم ہمیشہ
 اپنی تصنیفوں اور تحریروں میں مسلم شاہان ہندوستان کے متعلق بے بنیاد اور جھوٹے واقعات
 درج کر کے انہیں ہندوؤں کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے پراپیگنڈے کا یہ
 اثر ہوا کہ ہندوستان کے متعصب اور تنگ دل ہندو مصنفین نے بھی ان من گھڑت واقعات کو

جن کا صحیح تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اپنی کتابوں اور تحریروں میں مذکورہ شروع کر دیا۔ چنانچہ اسکو اور کالج کے نصاب میں ایسے واقعات کثرت سے درج ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کے داغ میں یہ بات جم گئی کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ بڑے متعصب اور ظالم تھے اور انہوں نے ہندوؤں پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے اور ان کے مذہب کو بہت نقصان پہنچایا۔ ہندو مسلمان نفاق کی ذرہ دلی بڑی حد تک یہی نصاب کی کتابیں میں جو ہندوستان کے اسکو اور کالج میں پڑھائی جاتی رہیں۔ اس قسم کی کتابوں کے مصنفین کا واحد مقصد یہ ہے کہ مسلم شاہان ہند پر جادو بے جا حملے کریں اور ان پر تعصب اور بہت شکنجے کے الزامات لگائیں، تاکہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات پیدا ہوں۔

جناب چوہدری چیمو ٹورام (سابق وزیر متحدہ پنجاب) نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا تھے ہندوستان کی تاریخ کی ہولناکیاں ہمارے اسکو لوں میں مروج ہیں، وہ بڑی غیر مکمل یا غلط پیرایہ میں لکھی گئی ہیں اور ان کے پڑھنے سے ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں ایسا زہر پیدا ہو جاتا ہے جس کا کوئی توڑ ڈھونڈنا مشکل ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں باہمی کشیدگی، تلخی، تعصب، اور تنگ دلی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کتابیں تاریخی واقعات کو ایسے پیرایہ میں بیان کرتی ہیں جیسے کہ مسلمان بادشاہوں کے دل و دماغ، حق و باطل، انصاف پسندی، رعایا پروری اور رواداری کے جذبات سے بالکل خالی تھے، حالانکہ یہ بات غلط ہے۔

(باقی آئندہ)

دیانتداری ہم اپنے ان ہزاروں کرم فراڈوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں
اور جنہوں نے

خدمت خد مت پستول مارکہ آٹا پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے
ہمارا ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ جھوٹا پائیں گے۔

شعار

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ - فون نمبر ۱۲۶